کیا لفظ ''اللہ'' ذکر ہے؟

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

لفظ اللہ ذکر نہیں ہے، بعض لوگ دن رات تسبیح پر اللہ اللہ کا ورد کرتے رہتے ہیں، جب کہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت رحمہم اللہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، یہ بدعت ہے۔ جاہل، ملحد، گمراہ اور بے دین لوگوں کا ذکر ہے۔ یاد رہے کہ ''یاھو''، ''ھوالاھو'' اور ''ھو'' بھی ذکر نہیں ہے۔

ہمیں چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ اذکار پر اکتفا کریں۔ جو لوگ لفظ جلالہ کو ذکر کہتے ہیں، وہ اس پر چند دلائل پیش کرتے ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾(الأنعام:91)

''آپ کہہ دیجیے کہ (جس نے کتاب نازل کی ہے، وہ) اللہ (ہے) پھر آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ اپنی سرگردانی میں کھیلتے رہیں۔''

اس آیت میں لفظ ''اللہ'' سیاق میں موجود سوال ﴿مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ﴾ ''یہ کتاب (قرآن) کس نے نازل کیا؟'' کے جواب میں ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ یہاں لفظ اللہ مفرد نہیں ہے، بل کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے، اس سے مفرد ذکر کیوں کر ثابت ہوسکتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام رحمہم اللہ نے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں کیا۔ اگر

ثابت ہوتا، تو وہ ضرور مفرد ذکر کے قائل وفاعل ہوتے۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب بھی کہتے ہیں :

''واقعی اس سے استدلال ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ اس میں ''اللہ'' قل کا مقولہ نہیں، کیونکہ قول کا مقولہ مفرد نہیں ہوتا، بلکہ جملہ ہوتا ہے، بلکہ یہ تو ''انزل'' مقدر کا فاعل ہے، جس کا قرینہ سیاق کلام ہے۔''

(اشرف الجواب، ص175، حصہ دوئم)

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے :

② سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ : اَللّٰهُ، اَللّٰهُ .

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک زمین میں ''اللہ اللہ'' کہا جانا ختم نہ ہوگا۔'' (صحیح مسلم : 148)

اس حدیث سے مفرد ذکر پر استدلال درست نہیں، کیوں کہ اسی سند کے ساتھ مسند احمد (162/3) میں یہ الفاظ ہیں :

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''جب تک لا الہ الا اللہ پڑھنے والے موجود ہوں گے، قیامت قائم نہیں ہوگی۔''

جب اہل توحید دنیا سے اٹھ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا نام لیوا کوئی نہیں ہوگا اور خالص عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا، تو برے لوگوں پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

③ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

أَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، وَأَخَذُوا يَطُوفُونَ بِهِ شِعَابَ مَكَّةَ، وَهُوَ يَقُولُ

: أَحَدٌ، أَحَدٌ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے نوجوانوں کے سپرد کر دیا، جو آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ کی وادیوں میں گھسیٹتے اور آپ رضی اللہ عنہ احد احد کی صدائیں بلند کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد :404/1، سنن ابن ماجه : 150، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (7083) نے صحیح اور امام حاکم رحمہ اللہ (284/3) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

ذکر مفرد پر اس کو دلیل بنانا درست نہیں، کیوں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ''احد احد'' بہ طور ذکر نہیں کہتے تھے، بلکہ مشرکین کے جواب میں ''احد احد'' کہتے تھے، مراد اللہ کی وحدانیت کا اعلان تھا۔

④ سیدنا ابو درداء اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

إِنَّ اسْمَ اللّٰهِ الْأَكْبَرَ رَبِّ رَبِّ .

''اسم اعظم ''رب رب'' ہے۔''

(المستدرك للحاكم :505/1، الدّعا للطّبراني : 119)

اگر ہشام بن ابی رقیہ رحمہ اللہ کا سیدنا ابو درداء اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے سماع ثابت ہو جائے، تو سند حسن ہے۔

بشرط صحت روایت یہ ذکر مفرد کی دلیل نہیں بن سکتی، کیوں کہ اس میں ''رب رب'' کے ساتھ ذکر کرنا مراد نہیں، بل کہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرنا مراد ہے۔ واللہ اعلم!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ هٰذَا ذِكْرُ الْعَامَّةِ، وَأَنَّ ذِكْرَ الْخَاصَّةِ هُوَ الِاسْمُ

الْمُفْرَدُ، وَذِكْرَ خَاصَّةِ الْخَاصَّةِ هُوَ الِاسْمُ الْمُضْمَرُ، فَهُمْ ضَالُّونَ غَالِطُونَ، وَاحْتِجَاجُ بَعْضِهِمْ عَلٰى ذَالِكَ بِقَوْلِهٖ: ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾(الأنعام: 91) مِنْ أَبْيَنِ غَلَطِ هٰؤُلَاءِ، فَإِنَّ الِاسْمَ هُوَ مَذْكُورٌ فِي الْأَمْرِ بِجَوَابِ الِاسْتِفْهَامِ، وَهُوَ قَوْلُهٗ: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾(الأنعام: 91) إِلٰى قَوْلِهٖ: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ (الأنعام: 91) أَيِ اللّٰهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى، فَالِاسْمُ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهٗ قَدْ دَلَّ عَلَيْهِ الِاسْتِفْهَامُ، كَمَا فِي نَظَائِرِ ذٰلِكَ تَقُولُ: مَنْ جَارُهٗ فَيَقُولُ زَيْدٌ، وَأَمَّا الِاسْمُ الْمُفْرَدُ مُظْهَرًا أَوْ مُضْمَرًا فَلَيْسَ بِكَلَامٍ تَامٍّ، وَّلَا جُمْلَةً مُّفِيدَةً وَّلَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ إِيمَانٌ وَّلَا كُفْرٌ وَّلَا أَمْرٌ وَّلَا نَهْيٌ، وَّلَمْ يَذْكُرْ ذٰلِكَ أَحَدٌ مِّنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَلَا شَرَعَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَلَا يُعْطِي الْقَلْبَ بِنَفْسِهٖ مَعْرِفَةً مُّفِيدَةً وَّلَا حَالًا نَافِعًا، وَّإِنَّمَا يُعْطِيهِ تَصَوُّرًا مُّطْلَقًا لَّا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِنَفْيٍ وَّلَا إِثْبَاتٍ، فَإِنْ لَّمْ يَقْتَرِنْ بِهٖ مِنْ مَعْرِفَةِ الْقَلْبِ وَحَالِهٖ مَا يُفِيدُ بِنَفْسِهٖ، وَإِلَّا لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَائِدَةٌ، وَالشَّرِيعَةُ إِنَّمَا تُشَرِّعُ مِنَ الْأَذْكَارِ مَا يُفِيدُ بِنَفْسِهٖ لَا مَا تَكُونُ الْفَائِدَةُ حَاصِلَةً بِغَيْرِهٖ، وَقَدْ وَقَعَ بَعْضُ مَنْ وَاظَبَ عَلٰى هٰذَا

الذِّكْرِ فِي فُنُونٍ مِنْ الْإِلْحَادِ وَأَنْوَاعٍ مِنَ الْاِتِّحَادِ كَمَا قَدْ بُسِطَ فِي غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ وَمَا يُذْكَرُ عَنْ بَعْضِ الشُّيُوخِ مِنْ أَنَّهٗ قَالَ : أَخَافُ أَنْ أَمُوتَ بَيْنَ النَّفْيِ وَالْإِثْبَاتِ، حَالٌ لَّا يُقْتَدٰى فِيهَا بِصَاحِبِهَا، فَإِنَّ فِي ذَالِكَ مِنَ الْغَلَطِ مَا لَا خَفَاءَ بِهٖ؛ إذْ لَوْ مَاتَ الْعَبْدُ فِي هٰذِهِ الْحَالِ لَمْ يَمُتْ إلَّا عَلٰى مَا قَصَدَهٗ وَنَوَاهُ، إذِ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِتَلْقِينِ الْمَيِّتِ لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ، وَقَالَ : مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَلَوْ كَانَ مَا ذَكَرَهٗ مَحْذُورًا لَّمْ يُلَقَّنِ الْمَيِّتُ كَلِمَةً يُخَافُ أَنْ يَمُوتَ فِي أَثْنَائِهَا مَوْتًا غَيْرَ مَحْمُودٍ بَلْ كَانَ يُلَقَّنُ مَا اخْتَارَهٗ مِنْ ذِكْرِ الْاِسْمِ الْمُفْرَدِ، وَالذِّكْرُ بِالْاِسْمِ الْمُضْمَرِ الْمُفْرَدِ أَبْعَدُ عَنِ السُّنَّةِ، وَأَدْخَلُ فِي الْبِدْعَةِ وَأَقْرَبُ إلٰى إِضْلَالِ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّ مَنْ قَالَ : يَا هُوَ يَا هُوَ، أَوْ : هُوَ هُوَ، وَنَحْوَ ذٰلِك لَمْ يَكُنِ الضَّمِيرُ عَائِدًا إلَّا إلٰى مَا يُصَوِّرُهٗ قَلْبُهٗ، وَالْقَلْبُ قَدْ يَهْتَدِي وَقَدْ يَضِلُّ، وَقَدْ صَنَّفَ صَاحِبُ الْفُصُوصِ كِتَابًا سَمَّاهُ «كِتَابَ الْهُوَ» وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّ قَوْلَهٗ : ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗ إلَّا اللّٰهُ﴾ (آل عمران : 7) مَعْنَاهُ : وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَ هٰذَا الْاِسْمِ الَّذِي هُوَ «الْهُوَ»، وَقِيلَ هٰذَا وَإِنْ

كَانَ مِمَّا اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ بَلِ الْعُقَلَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ مِنْ أَبْيَنِ الْبَاطِلِ، فَقَدْ يَظُنُّ ذٰلِكَ مَنْ يَظُنُّهٗ مِنْ هٰؤُلَاءِ، حَتّٰى قُلْتُ مَرَّةً لِبَعْضِ مَنْ قَالَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ : لَوْ كَانَ هٰذَا كَمَا قُلْتَهٗ لَكُتِبَتْ (وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَ هُوَ) مُنْفَصِلَةً، ثُمَّ كَثِيرًا مَّا يَذْكُرُ بَعْضُ الشُّيُوخِ أَنَّهٗ يَحْتَجُّ عَلٰى قَوْلِ الْقَائِلِ : «اَللّٰهُ» بِقَوْلِهٖ : ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ﴾(الأنعام :91) وَيَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ أَمَرَ نَبِيَّهٗ بِأَنْ يَقُولَ الْإِسْمَ الْمُفْرَدَ، وَهٰذَا غَلَطٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَإِنَّ قَوْلَهٗ : ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ (الأنعام : 91)، مَعْنَاهُ اللّٰهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى، وَهُوَ جَوَابٌ لِقَوْلِهٖ : ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهٗ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ﴾ (الأنعام :91) أَيِ اللّٰهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى، رَدَّ بِذٰلِكَ قَوْلَ مَنْ قَال : ما أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ، فَقَالَ : ﴿مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى﴾ (الأنعام :91) ثُمَّ قَالَ : ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾أَنْزَلَهٗ ﴿ثُمَّ ذَرْهُمْ﴾ هٰؤُلَاءِ الْمُكَذِّبِينَ ﴿فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾(الأنعام :91)، وَمِمَّا يُبَيِّنُ مَا تَقَدَّمَ : مَا ذَكَرَهٗ سِيبَوَيْهِ وَغَيْرُهٗ مِنْ أَئِمَّةِ النَّحْوِ أَنَّ الْعَرَبَ

يَحْكُونَ بِالْقَوْلِ مَا كَانَ كَلَامًا، لَا يَحْكُونَ بِهِ مَا كَانَ قَوْلًا، فَالْقَوْلُ لَا يُحْكىٰ بِهِ إِلَّا كَلَامٌ تَامٌّ، أَوْ جُمْلَةٌ اسْمِيَّةٌ أَوْ فِعْلِيَّةٌ، وَلِهٰذَا يَكْسِرُونَ إِنَّ إِذَا جَاءَتْ بَعْدَ الْقَوْلِ، فَالْقَوْلُ لَا يُحْكٰى بِهِ اسْمٌ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَأْمُرُ أَحَدًا بِذِكْرِ اسْمٍ مُفْرَدٍ، وَلَا شَرَعَ لِلْمُسْلِمِينَ اسْمًا مُفْرَدًا مُجَرَّدًا، وَالْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ لَا يُفِيدُ الْإِيمَانَ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، وَلَا يُؤْمَرُ بِهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الْعِبَادَاتِ، وَلَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الْمُخَاطَبَاتِ.

’’جو یہ کہے کہ یہ عام لوگوں کا ذکر ہے، جب کہ خواص کا ذکر اسم مفرد (اللہ) ہے اور خواص الخواص کا ذکر اسم ضمیر (ھو) ہے، ایسا شخص غلطی کھا رہا ہے اور بے راہ روی کا شکار ہے۔ بعض نے اس پر یہ آیت دلیل بنائی ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾ (الأنعام:91) ’’فرما دیجئے کہ اللہ ہے، بس آپ انہیں اپنی خوش فہمی میں ہنستا کھیلتا چھوڑ دیں۔‘‘ یہ ان کی فحش غلطی ہے، کیوں کہ اس میں لفظ اللہ جواب استفہام کے طور پر امر کے تحت واقع ہوا ہے، استفہام یہ ہے: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِلنَّاسِ﴾ (الأنعام : 91) ’’پوچھیے کہ موسیٰ علیہ السلام پر نور وہدایت پر مبنی کتاب نازل کرنے والی ذات کون تھی؟‘‘ جواب استفہام یہ ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾(الأنعام : 91) ’’فرما دیجئے کہ اللہ

تعالیٰ۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی ہے۔ لہٰذا لفظ اللہ مبتدا ہے اور جملہ استفہام خبر ہے۔ مثال کے طور پر آپ کسی سے پوچھیں کہ : مَنْ جَارُہٗ فَیَقُولُ : زَیْدٌ "اس کا پڑوسی کون ہے؟ وہ کہے کہ زید۔" لفظ اللہ خواہ ظاہر ہو یا ضمیر، ہر دوصورت جملہ مفید یا کلام تام نہیں ہوسکتا اور نہ اس سے ایمان، کفر، امر ونہی کا تعلق ہے۔ اسلاف امت میں سے کسی نے "اللہ اللہ" کا ذکر نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے مشروع نہیں کیا۔ نیز اس سے دل کو معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے، نہ کوئی فائدہ ملتا ہے۔ ہاں ایک ہلکا سا خاکہ ضرور ملتا ہے، جس پر نفی یا استفہام کسی کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر اس سے کوئی معرفت تامہ کا فائدہ ملے تو صحیح، ورنہ بے فائدہ ہو گا۔ شریعت میں اذکار وہی ہیں، جو بذات خود کوئی فائدہ دے، نہ کہ کسی دوسرے کے ساتھ مل کر۔ ایسے اذکار کے پابند کچھ لوگ الحاد و وحدت الوجود جیسی گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں، جس پر تفصیلی روشنی کسی اور جگہ ڈال دی گئی ہے۔ بعض مشائخ کا کہنا ہے : "مجھے خدشہ ہے کہ میں نفی و اثبات کے درمیان ہی فوت نہ ہو جاؤں۔" ایسوں کی اقتدا نہ کی جائے۔ یہ واضح خطا ہے، کیوں اس حالت میں فوت ہو جانے کی صورت میں اسے نیت کے مطابق صلہ ملے گا، اس لیے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہوا، وہ جنتی ہے۔ اگر قریب المرگ سہا ہوا ہو، تو اسے کلمہ پیش نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ ڈر ہے

کہ کہیں اسی اثنا بری موت نہ مر جائے......اور ضمیر سے اللہ کا ذکر کرنا سنت سے دوری، بدعت میں دخول اور شیطانی ہتھ کنڈے کا شکار ہونا ہے۔ کیوں کہ یَا هُوَ، یَاهُوَ یاهُوَ، هُوَ وغیرہ کا ذکر میں ضمیر کا مرجع وہی ہوگا جسے دل تصور میں لائے۔ دل کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی بھٹکا ہوا۔ فصوص کے مصنف نے ایک کتاب الْهُوَ نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان : ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗۤ إِلَّا اللّٰهُ﴾(آل عمران : 7) ''اس کی تاویل صرف اللہ جانتا ہے۔'' کا معنی ہے کہ اس اسم «ھو» کا معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ اگر چہ اس قول کا بطلان واضح ہے، لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے یہ مراد لیا ہے۔ ایک بار مجھے کسی نے جب یہ کہا تو میں اسے جواب دیا کہ بات ایسے ہوتی، تو اللہ یہ فرماتا : ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَ هُوَ﴾ یعنی ضمیر کو علیحدہ ذکر کیا جاتا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان : ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ﴾ (الأنعام :91) سے اللہ اللہ کا ذکر ثابت ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اسم مفرد کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تمام اہل علم کے ہاں باطل ہے۔ جب کہ درست معنی یہ ہے کہ اللہ، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا جواب ہے : ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهٗ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ

اللّٰهُ﴾(الأنعام : 91)''پوچھیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی، جسے موسی علیہ السلام لے کر آئے تھے اور جو روشن اور سر چشمۂ ہدایت تھی، تم انہیں دفتروں میں لکھتے رہے، ظاہر بھی کرتے تھے، لیکن اکثر حصے کو چھپا لیتے تھے۔تم ایسی ایسی باتوں کو جان گئے ہو، جنہیں جانتے نہ تھے۔خود ہی فرما دیں کہ اللہ۔'' یعنی تورات نازل کرنے والا اللہ ہی ہے۔ یہ ان کے رد میں نازل ہوئی، جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر وحی نازل نہیں کی۔فرمایا: ﴿مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى﴾ (الانعام :91) پھر فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾(الانعام :91) اللہ۔ یعنی اسی نے تورات کو نازل کیا۔ پھر فرمایا: ﴿ثُمَّ ذَرْهُمْ﴾ (الانعام :91)''انہیں دفع کریں'' یعنی ان جھوٹوں کو۔ ﴿فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ) (الانعام :91)''اپنی سوچوں میں کھیلتا ہوا۔'' سابقہ بحث سے امام سیبویہ اور دیگر ائمہ نحو کی بات سمجھنے میں مدد ملے گی: عرب کی عادت ہے کہ وہ قول کے ساتھ کلام تام، جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہی حکایت کرتے ہیں۔تب ہی تو إِنَّ کے بعد مکسور پڑھتے ہیں۔لہٰذا باب قول کے بعد اسم مفرد نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی اسم مفرد کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم دیا، نہ مسلمانوں کے لیے اسے مشروع کیا۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اسم مفرد ایمان کا فائدہ نہیں دیتا۔کسی عبادت میں بھی اس کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ہی یہ اندازِ گفتگو ہی ہے۔''

(الفتاویٰ الکبریٰ : 5/210-212، مجموع الفتاوٰی : 10/226)

نیز فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّ الْمَشْرُوعَ فِي ذِكْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ هُوَ ذِكْرُهٗ بِجُمْلَةٍ تَامَّةٍ وَّهُوَ الْمُسَمّٰى بِالْكَلَامِ وَالْوَاحِدُ مِنْهُ بِالْكَلِمَةِ وَهُوَ الَّذِي يَنْفَعُ الْقُلُوبَ وَيَحْصُلُ بِهِ الثَّوَابُ وَالْأَجْرُ وَالْقُرْبُ إِلَى اللّٰهِ وَمَعْرِفَتُهٗ وَمَحَبَّتُهٗ وَخَشْيَتُهٗ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْمَطَالِبِ الْعَالِيَةِ وَالْمَقَاصِدِ السَّامِيَةِ، وَأَمَّا الْاِقْتِصَارُ عَلَى الْاِسْمِ الْمُفْرَدِ مُظْهَرًا أَوْ مُضْمَرًا فَلَا أَصْلَ لَهٗ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَّكُونَ مِنْ ذِكْرِ الْخَاصَّةِ وَالْعَارِفِينَ بَلْ هُوَ وَسِيلَةٌ إِلٰى أَنْوَاعٍ مِّنَ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَاتِ وَذَرِيعَةٌ إِلٰى تَصَوُّرَاتِ أَحْوَالٍ فَاسِدَةٍ مِّنْ أَحْوَالِ أَهْلِ الْإِلْحَادِ وَأَهْلِ الْاِتِّحَادِ كَمَا قَدْ بُسِطَ الْكَلَامُ عَلَيْهِ فِي غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ، وَجِمَاعُ الدِّينِ أَصْلَانِ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَعْبُدَهٗ إِلَّا بِمَا شَرَعَ لَا نَعْبُدُهٗ بِالْبِدَعِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا﴾ .

''مقصد یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں ذکر الٰہی جملہ تامہ، جسے کلام بھی کہتے ہیں، جس کا واحد کلمہ ہے، کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہ دلوں کے نفع مند، اجر و ثواب، قرب الٰہی، اللہ کی معرفت، محبت اور خشیت کے علاوہ کئی ایک فوائد و ثمرات کا موجب ہے۔ ذکر میں صرف لفظ اللہ یا اس کی ضمیر پر

اکتفا کرنے کا ذکر خاص اور ذکر العارفین ہونا تو کجا، اس کی دین میں کوئی اصل نہیں، بل کہ بدعات وخرافات اور الحاد اور وحدت الوجود جیسے گمراہ کن اعتقادات کا ذریعہ ہے، اس پر تفصیلی بحث کسی دوسری جگہ گزر چکی ہے۔
پورے دین کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے، دوسری کہ عبادت وہی ہے، جسے شریعت مقرر کرے، بدعات کو عبادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا﴾ ”جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو، نیک اعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔“

(مجموع الفتاوٰی : 216/5)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

حَتّٰى رَتَّبَ عَلٰى ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ أَنَّ الذِّكْرَ بِالْإِسْمِ الْمُفْرَدِ، وَهُوَ«اَللّٰهُ، اَللّٰهُ» أَفْضَلُ مِنَ الذِّكْرِ بِالْجُمْلَةِ الْمُرَكَّبَةِ كَقَوْلِهٖ : سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَهٰذَا فَاسِدٌ مَّبْنِيٌّ عَلٰى فَاسِدٍ، فَإِنَّ الذِّكْرَ بِالْإِسْمِ الْمُفْرَدِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ أَصْلًا، وَّلَا مُفِيدٍ شَيْئًا، وَّلَا هُوَ كَلَامٌ أَصْلًا، وَّلَا يَدُلُّ عَلٰى مَدْحٍ وَّلَا تَعْظِيمٍ، وَّلَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ إِيمَانٌ، وَّلَا ثَوَابٌ وَّلَا يَدْخُلُ بِهِ الذَّاكِرُ فِي عَقْدِ الْإِسْلَامِ جُمْلَةً .

فَلَوْ قَالَ الْكَافِرُ : «اَللّٰهُ، اَللّٰهُ» مِنْ أَوَّلِ عُمُرِهِ إِلٰى آخِرِهِ لَمْ يَصِرْ بِذٰلِكَ مُسْلِمًا فَضْلًا عَنْ أَنْ يَّكُونَ مِنْ جُمْلَةِ الذِّكْرِ أَوْ يَكُونَ أَفْضَلَ الْأَذْكَارِ وَبَالَغَ بَعْضُهُمْ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ : اَلذِّكْرُ بِالْاِسْمِ الْمُضْمَرِ أَفْضَلُ مِنَ الذِّكْرِ بِالْاِسْمِ الظَّاهِرِ، يَذْكُرُ بِقَوْلِهِ : (هُوَ، هُوَ أَفْضَلُ مِنَ الذِّكْرِ بِقَوْلِهِمْ : «اَللّٰهُ، اَللّٰهُ»، وَكُلُّ هٰذَا مِنْ أَنْوَاعِ الْهَوَسِ وَالْخَيَالَاتِ الْبَاطِلَةِ الْمُفْضِيَةِ بِأَهْلِهَا إِلٰى أَنْوَاعٍ مِّنَ الضَّلَالَاتِ، فَهٰذَا فَسَادُ هٰذَا الْبِنَاءِ الْهَائِرِ، وَأَمَّا فَسَادُ الْمَبْنِيِّ عَلَيْهِ فَإِنَّهُمْ ظَنُّوا أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ (الأنعام : 91)، أَيْ قُلْ هٰذَا الِاسْمُ، فَقُلْ : اَللّٰهُ اَللّٰهُ، وَهٰذَا مِنْ عَدْمِ فَهْمِ الْقَوْمِ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنَّ اسْمَ اللّٰهِ هُنَا جَوَابٌ لِّقَوْلِهٖ : ﴿قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهٖ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهٗ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا﴾ (الأنعام : 91)، إِلٰى أَنْ قَالَ : ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾، أَيْ قُلْ : اَللّٰهُ أَنْزَلَهٗ، فَإِنَّ السُّؤَالَ مَعَادٌ فِي الْجَوَابِ فَيَتَضَمَّنُهٗ فَيُحْذَفُ اخْتِصَارًا كَمَا يَقُولُ : مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ؟ فَيُقَالُ : اَللّٰهُ، أَيِ اللّٰهُ خَلَقَهُمَا، فَيُحْذَفُ الْفِعْلُ لِدَلَالَةِ السُّؤَالِ عَلَيْهِ، فَهٰذَا مَعْنَى الْآيَةِ الَّذِي لَا تَحْتَمِلُ غَيْرَهٗ.

''بعض صوفیا نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ مفرد کلمہ مثلا ''اللہ، اللہ'' کا ورد کرنا جملہ مفید یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ أَكْبَرُ وغیرہ کے ورد سے بھی افضل ہے۔ یہ فاسد ہے اور اس کی بنیاد بھی غلط ہے۔ صرف لفظ اللہ کا ورد مشروع نہیں، نہ ہی یہ کلام مفید ہے، بل کہ یہ کلام ہے ہی نہیں، مدح ہے نہ تعظیم۔ یہ نہ ایمان ہے، نہ ثواب کا کام اور نہ ہی بندہ اس سے دائرہ میں ہی داخل ہوتا ہے۔ اگر ایک کافر ساری عمر بھی اللہ اللہ کرتا رہے، تب بھی وہ مسلمان نہیں بن سکتا، چہ جائے کہ اسے ذکر شمار کیا جائے یا افضل الذکر کہا جائے۔ بعض نے تو مبالغہ کرتے ہوئے اس حد تک کہہ دیا ہے کہ اسم ضمیر کے ذکر کرنا، اسم ظاہر سے ذکر کرنے سے افضل ہے، بہ الفاظ دیگر ہو ہو کی رٹ لگانا اللہ اللہ کا ذکر کرنے سے افضل ہے۔ یہ سب ہوس اور باطل خیالات کا پلندا ہے، جو انسان کو طرح طرح کی گمراہیوں کا منہ دکھاتا ہے۔ یہ اس غلط بنیاد کا رد ہوا۔ اب بعض لوگ اس فرمان باری تعالیٰ سے بھی استدلال کرتے ہیں: ﴿قُلِ اللّٰہُ﴾ (الأنعام: 91) ''فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے۔'' کہ جی یہ نام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ اللہ کہیے۔ یہ کم فہمی ہے، کیوں کہ یہاں لفظ اللہ جواب استفہام کے طور پر وارد ہوا ہے۔ استفہام یہ ہے: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾(الأنعام: 91) ''پوچھیے کہ موسیٰ علیہ السلام پر نور و ہدایت پر مبنی کتاب نازل کرنے والی ذات کون تھی؟'' جواب میں فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰہُ﴾ یعنی اللہ نے ہی نازل کیا، لہٰذا

سوال جواب کی طرف لوٹتا ہے، چوں کہ جواب سوال کو متضمن تھا، اس لیے حذف کر دیا گیا، جیسا کہ پوچھا جاتا ہے کہ زمین وآسمان کا خالق کون؟ جواب ملتا ہے کہ اللہ، یعنی اللہ ان کا خالق ہے، فعل کو حذف کر دیا گیا، کیونکہ سوال کی دلالت موجود ہے۔ لہٰذا آیت میں بغیر کسی احتمال کے یہی معنی ہے۔“

(طریق الھجرتین وباب السعادتین، ص 338-339)